ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-02

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر نعیمہ بی بی

ٹیچنگ اینڈ ریسرچ ایسوسی ایٹ شعبہ اردو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ڈاکٹر غزل یعقوب

ٹیچنگ اینڈ ریسرچ ایسوسی ایٹ شعبہ اردو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

"می سوزم" میں تاریخی بیانیہ کی تکنیک: تنقید و تجزیہ

Dr. Naeema Bibi
Teaching and Research Associate, Department of Urdu, IIUI Islamabad.
Dr.Ghazal Yaqoob
Teaching and Research Associate, Department of Urdu, IIUI Islamabad.
***Corresponding Author:** naeema.bibi@iiu.edu.pk

Techniques of Historical Narrative in "Me Suzam": Criticism and Analysis

Historiographic Metafiction is a term coined by Linda Hutcheon (Canadian literary theorist). Presented around 1980. The term is used for fictional texts that combine metafiction with historical narrative. Such texts also contain many historical and literary references. Me Suzam is Humira Ashfaq's first novel. It can rightly be called a historical novel, A lot of historical events are present in this novel, This novel is the story of the poet who first became known as Rabia Balkhi and later Rabia Khuzdari. Born a thousand years ago, Rabia was a Persian and Arabic poetess and the daughter of Baluchistan, who was the first victim of entrepreneurship. Rabia was a contemporary of the famous Persian poet Raduki, who belonged to the beautiful region of Balochistan, Khuzdar. Apart from being a poet who was fond of poetry, Rabia was also a painter, she is counted among the historical women who named their era with their own name with their intelligence. Humira Ashfaq has presented the life of this unfortunate princess in this novel, who had to become a victim of

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-02

ماخذ تحقیقی مجلہ

the tribal customs and traditions of Balochistan and also faced many difficulties. In this paper, this novel has been analyzed in the context of historical narrative.

Key Words: *Historiographic Metafiction, Linda Hutcheon, metafiction, Humira Ashfaq, Rabia Khuzdari, Raduki, Balochistan, Khuzdar.*

تاریخی بیانیہ Historiographic Metafiction کی اصطلاح Linda Hutcheon (کینیڈین ادبی نظریہ ساز) نے ۱۹۸۰ء کے آس پاس پیش کی۔[۱] یہ اصطلاح ان افسانوی متون کے لیے استعمال کی جاتی ہے جس میں میٹا فکشن کے ساتھ تاریخی بیانیہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔ ایسے متون اپنے اندر بہت سے تاریخی اور متونی حوالے بھی رکھتے ہیں۔ اس تکنیک کے ذریعے تاریخ کو متن میں ایسے داخل کیا جاتا ہے جسے پڑھنے والا تاریخی حقائق کو جاننے کی سعی کرتا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے متون ایسے ہیں جن میں بین المتونیت بھی پائی جاتی ہے یعنی وہ اپنے اندر بہت سے تاریخی اور دوسرے حوالے بھی رکھتے ہیں۔ بعض تاریخی مہابیانیوں کے متون ایسے ہوتے ہیں جن میں مصنفین پوری تاریخ کو رقم کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اصل تاریخی کرداروں اور واقعات کو بھی فکشن بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ مثلاً E. L. Doctorow کا *Ragtime* (۱۹۷۵ء)، William Kennedy کا *Legs* (۱۹۷۵ء) لبنانی سول جنگ اور بے شمار حقیقی سیاسی کرداروں کے بارے میں ہے۔ John Fowles کا *The French Lieutenant's Woman* ۱۹۶۹ء وکٹوریہ عہد کا تاریخی بیانیہ ہے۔ یہ اصطلاح مابعد جدید ادب بالخصوص مابعد جدید ناولوں سے وابستہ ہے۔ Linda Hutcheon اس سلسلے میں کہتی ہیں کہ:

> A Poetics of Postmodernism", works of historiographic metafiction are "those well-known and popular novels which are both intensely self-reflexive and yet paradoxically also lay claim to historical events and personages. [۲]

تاریخی بیانیوں میں جن لوگوں کے کاموں کو شہرت ملی ان میں Salman Rushdie کا *Midnight's Children*، A. S. Byatt' کا *Possession*، Michael Ondaatje کا *The English Patient* (۱۹۹۲ء)، Kurt Vonnegut کا *Slaughterhouse-Five* (۱۹۶۹ء) وغیرہ شامل ہیں۔ دراصل تاریخی بیانیے زیادہ تر دوسری جنگ عظیم کے بعد لکھے گئے متون میں ظاہر ہوتے ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-02

ماخذ تحقیقی مجلہ

می سوزم حمیرا اشفاق کا پہلا ناول ہے۔ اسے بجا طور پر تاریخی ناول کہا جا سکتا ہے۔ اس ناول کے اندر بے تحاشا تاریخی واقعات کی فکشن میں بنت کی گئی ہے۔ یہ ناول اس سوختہ جان شاعرہ کی کہانی ہے جو پہلے رابعہ بلخی اور بعد میں رابعہ خضداری کے نام سے مشہور ہوئی۔ ایک ہزار سال پہلے پیدا ہونے والی رابعہ فارسی اور عربی کی شاعرہ تھی اور بلوچستان کی وہ بیٹی تھیں، جسے سب سے پہلے کاروکاری کا شکار ہونا پڑا۔ رابعہ معروف فارسی شاعر رودکی کی ہم عصر شاعرہ تھیں، جن کا تعلق بلوچستان کے خوبصورت خطے خضدار سے تھا۔ شعر وادب کی شوقین رابعہ شاعرہ ہونے کے علاوہ ایک مصورہ بھی تھی۔ وہ علم و فن کی دلدادہ تھیں ان کا شمار ان تاریخی خواتین میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی ذہانت سے اپنے عہد کو اپنے نام سے موسوم کیا۔ حمیرا اشفاق نے اس بدقسمت شہزادی کی زندگی کو اس ناول میں پیش کیا ہے جسے بلوچستان کے قبائلی رسم ورواج کا ترلقمہ بننا پڑا اور کئی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

یہ تاریخی ناول تاریخ بھی ہے اور افسانوی ادب بھی۔ کہانی کو کرداروں کی زبانی، کرداری تکنیک میں آگے بڑھایا گیا ہے جو اردو افسانوی ادب کے لیے نئی تکنیک ہے۔ تاریخی بیانیہ کی تکنیک سے مدد لیتے ہوئے ڈاکٹر حمیرا اشفاق نے اس ناول کے کینوس کو ایک ہزار صدی قبل کی تہذیب وثقافت کو موضوع بنا کر پیش کیا ہے۔

"می سوزم" ناول کی کہانی ایک شہزادی کی کہانی ہے (رابعہ خضداری) جو کہ شاہی سلطنت میں بڑی ہوئی اور جو کافی حد تک رب شناس، صاحب دین اور متقی خاتون ہیں ان کی زندگی پر تشکیل پانے والا یہ ناول تاریخی واقعات کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ اس ناول کو کرداری ناول کہا جا سکتا ہے کیونکہ ناول کرداروں کی مدد سے آگے بڑھتا ہے۔ ناول کی ہیروئن رابعہ خضداری ہے جس کا والد امیر کعب (جو خضدار اور بلخ کا بادشاہ تھا) ہے جو اپنی بیٹی کی پرورش اپنے معاصر عہد کے رسم ورواج کے بجائے علم وحکمت سے مزین کرکے کرتا ہے۔ وہ ہر جگہ اپنی بیٹی کی تعریفیں سن کر خوش ہوتا ہے یہاں تک کہ اہل دانش کی محفلوں میں وہ اپنی بیٹی کو زین العرب کے فصیح خطاب سے نوازتا ہے۔ اس حوالے سے ناول "می سوزم" کا یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

> "بیٹی کی اس قدر تعریفیں سن کر امیر کعب کا دل پھولے نہ سما رہا تھا۔ امیر کعب نے اپنے نحیف شانوں سے بوجھ ہلکا ہوتے ہوئے محسوس کیا۔ رابعہ کے حسن وجمال کے ساتھ ساتھ مال اور معرفت واسرار کی وجہ سے ہر جگہ تعریف کی جاتی تھی۔ بیٹی کی محبت اور لیاقت پر فخر کرتے ہوئے باپ نے دربار میں شامل دانشمندوں کے اجلاس میں رابعہ خضداری کو "زین العرب" کا خطاب عطا کیا"۔ (۳)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-02

ماخذ تحقیقی مجلہ

مابعد جدید مصنفین اکثر تاریخی بیانیہ کی تکنیک کا استعمال کرتے ہوئے اصل تاریخی کرداروں اور واقعات کو بھی فکشن بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ جیسے ناول "می سوزم" میں حمیرا اشفاق نے رابعہ کی تاریخی کردار کے ساتھ اس کے باپ اور بھائی کی شخصیت کو بھی زندہ و جاوداں کر دیا۔ اور اپنی فکشنی صلاحیتوں سے اس ایک عورت کے ارد گرد رہنے والے ہر کردار کو تاریخ سے نکال کر فکشن میں ڈھال دیا اور اردو قارئین کے زندہ کر دیا۔ جیسے رابعہ خضداری کا بھائی حارث اپنی بہن سے بہت زیادہ حسد کرتا تھا اور وہ کبھی بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بہن پڑھ لکھ کر کل کو ملک کی باگ ڈور تھامے یا سیاسی معاملات کو سنبھالے۔ ایک موقع جب رابعہ اپنی فہم کے مطابق کہتی ہے کہ جنگ کے بجائے علم و ادب کو پروان چڑھانا چاہیے تو اس پر وہ رابعہ کو کہتا ہے کہ

> رابعہ! میں صرف اتنی بات جانتا ہوں کہ طاقت اس وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔
> لیکن کوشش کریں کہ آپ سلطنت کے معاملات میں دخل اندازی نہ کریں۔ (۴)

یہاں تک حارث بس نہیں کرتا بلکہ وہ رابعہ کو مسلسل پریشان کرتا ہے اس سے کج بحثی پر اتر آتا ہے۔ اسے بار بار ٹوکتا ہے کہ بحث مت کرو اور اس جنگ کی حمایت کرو جس کے ذریعے طاقت ملے گی مگر رابعہ بار بار اختلاف کرتی ہے تو حارث اسے کہتا ہے کہ چونکہ اسے جنگ کے معاملات کا علم نہیں اور وہ اس کے اتار چڑھاؤ سے واقف نہیں اس لیے وہ ان معاملات سے دور رہے۔ امیر کعب جو کہ بادشاہ تھا اور نہایت فہم و ذکا رکھتا تھا وہ بلخ اور خضدار کا ایک نہایت رحم دل، بہادر اور فہم و فراست جیسی خوبیوں کا مالک بادشاہ تھا۔ اس نے کبھی بیٹے اور بیٹی میں فرق روا نہیں رکھا لیکن اقتدار کی ہوس نے رابعہ کے بھائی حارث کو اندھا کر دیا تھا اس نے امیر کعب کے خاص باورچی سے مل کر اس کے کھانے میں کچھ ایسے زہر کی ملاوٹ کی جس سے ان کے اندرون کو شدید دھچکا پہنچا اور آخر کار اس زہر کے استعمال سے امیر کعب کے پھیپھڑے بالکل ناکارہ ہو گئے اور وہ زندگی کی بازی ہار گئے۔

ناول میں امیر کعب کی وفات کے بعد اصل تاریخی واقعات کے کئی اشارے ملتے ہیں مثال کے طور پر رودکی کی بلوچستان میں آمد کے تاریخی واقعے کو تمام تر تفصیل اور جزئیات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ گل رعنا جو کہ رابعہ کی خاص سہیلی ہے وہ اسے اطلاع دیتی ہے کہ ایران سے ایک طائفہ آیا ہے جس میں رقص و سرود اور شعر و سخن سے وابستہ کئی بڑے افراد آ رہے ہیں رابعہ نے اس مجلس میں شرکت کا عندیہ ظاہر کیا۔ اس محفل میں کئی افراد شریک تھے۔ ہر طرح کے کلیے اور پگڑیاں ان کے مدارج کا پتا دے رہی تھیں، ہر طرف زندگی کی چہل پہل تھی۔ اس محفل کے لیے خاص طور پر رابعہ اور محل کی دوسری خواتین کے لیے پردے کا انتظام کیا گیا تھا حارث سے باقاعدہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-02

ماخذ تحقیقی مجلہ

اس بات کی اجازت لی گئی کہ رابعہ اس محفل میں شریک ہونا چاہتی ہے تو اس نے بخوشی الگ انتظام کی ہدایت کے ساتھ اجازت دے دی تھی۔ خواتین کو صرف محل کے اوپری حصے سے دیوار کے سامنے لگے پردے کے پیچھے سے محفل کو دیکھنے کی اجازت تھی۔ یعنی یہ ایک واقعہ نہ صرف اس تاریخی واقعہ کو پیش کرتا ہے بلکہ اس عہد کی سماجی و ثقافتی تصویر کشی بھی کرتا ہے اس زمانے کے عام رسم ورواج کو بھی پیش کرتا ہے۔

اس تاریخی واقعہ کو فکشن کے قالب میں ڈھال کر حمیرا اشفاق نے ایک پورے عہد کی تصویر کشی کی ہے ایک عہد کی تمام تر تہذیب و ثقافت اس ناول میں تاریخی بیانیہ کی تکنیک کے ذریعے سمو دیا ہے۔ اس ناول میں ڈاکٹر حمیرا اشفاق کا تصور زمان و مکان بہت واضح ہے یہاں انھوں نے رابعہ خضداری کی اسمی شناخت کو گم کرنے کے بجائے شعوری طور پر اسے اجاگر کیا ہے۔ اس میں مشرقی تہذیب کی عکاسی نہ صرف واضح ہے بلکہ اس کے بہت سے خدو خال نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں۔ انھوں نے کہانی کی تکنیک کرداروں کی زبانی رکھی ہے جس سے کہانی ایک روانی سے آگے بڑھتی ہے اور اس کو پڑھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ رابعہ خضداری کا زمانہ ایک ہزار سال قبل کا ہے جب کہ مکان بلوچستان کا علاقہ ہے یہ ناول نہ صرف رابعہ کی زندگی کے نشیب و فراز کو اجاگر کرتا ہے بلکہ بلوچستان کی تہذیب و ثقافت کا نمائندہ بھی بن جاتا ہے۔ اس لیے کہ ناول کے بیانیہ میں شہر کے خدو خال ساتھ ساتھ چلتے نظر آتے ہیں۔ ایک طرح سے کہا جاسکتا ہے کہ ناول نگار نے اس ناول میں مٹتی ہوئی تہذیب کو دوبارہ زندہ کر کے دکھانے کی ایک شعوری کوشش بھی ہے مثال کے طور پر:

> پہاڑ سے نیچے اتر کر اب یہ قافلہ ٹیلوں کی اوٹ میں پیدل ہی آگے بڑھ رہا تھا صبح کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے تو سب کے منہ سے خوشی سے چیخ نکل گئی سامنے میٹھے پانی کا کنواں تھا جس کے کنارے ہمیشہ مٹی کی جھجر بھری رہتی تھی سب نے مل کر پانی پیا، بیکتاش شکر گزاری میں خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ سالم اس کنویں کے سہارے پہلے بھی پار گیا تھا میں جانتا تھا کہ یہاں سے بستی کتنی دور ہے سب کو اپنے اپنے انداز میں نشان منزل مل رہا تھا۔ (۵)

می سوزم کے راوی کردار کچھ تاریخی ہیں اور کچھ فکشن کی پیداوار ہیں مگر کہانی رابعہ خضداری کی زندگی کے ارد گرد مسلسل گھومتی ہیں ان کرداروں میں نمایاں گل رعنا، سارنگ، امیر کعب، بیکتاش، سالم خان، امام خاتون، شاہ بانو، خداداد، وفا خان، اللہ بخش، حارث، میوہ خان وغیرہ شامل ہیں ان کرداروں کے ذریعے نہ صرف تاریخی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-02

ماخذ تحقیقی مجلہ

بیانیے کو فوقیت ملی بلکہ ان کرداروں کی زندگی کا فلسفہ بھی کھل کر ہمارے سامنے آتا ہے۔ رابعہ چونکہ ایک شاعرہ اور نرم دل عورت ہے اس لیے زندگی کے بارے میں اس کے خیالات یہ ہیں کہ زندگی انسان کے لیے کبھی مکمل نہیں ہوتی۔ اس کا ایک آدھ ٹکڑا ضرور کہیں نہ کہیں سے ٹوٹ کر گم ہو جاتا ہے۔ اتنی بڑی کائنات میں سے بھلا ایک ادنیٰ سی زندگی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا کیسے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ کسی شخص کے لیے کتنا ہی اہم نہ ہو۔ شاید یہی تلاش زندگی ہے جس کو رابعہ اپنے فلسفۂ زندگی میں تلاش کرتی ہے۔ وہ بہت متجسس اور متحرک کردار ہے۔ جو مسلسل سوچتی رہتی ہے کہ جستجو کا کوئی انت ہونا چاہیے کہیں مطمئن سانس لینا انسان کی زندگی کا عمر بھر کا حاصل ہونا چاہیے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جب انسان سب کچھ پا لینے کی خواہش میں کچھ نہ کچھ ضرور پا لیتا ہے تو زندگی کی تصویر ہی حرف غلط کی طرح مٹا دی جاتی ہے تو کیا انسان لوح کائنات پر حرف غلط کی طرح ہے جس کا مٹنا لازم ہے۔ رابعہ زندگی کی مسلسل بے اعتنائیوں سے زندگی کے ختم ہو جانے کے بارے میں سوچتی رہتی ہے۔ زندگی کے فلسفے کے ساتھ ساتھ " می سوزم" میں موت کا اظہار ایک لازم تصور کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔ فنا پذیری، ناپائیداری اور موت کے مناظر بھی بہت ساری جگہوں پر نظر آتے ہیں۔ زندگی کی لایعنیت اور بے معنویت کو تاریخی واقعات کے ساتھ مشروط کر کے پیش کرنا ناول نگار کا کام ہے۔ انھوں نے ایک ہی ناول میں بہت سارے تجربات بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ موت، بیماری، کرداروں کی اذیت، تنہائی، شکست یہ سب حربے فنا پذیری کے احساس کے ساتھ بیان ہوئے ہیں ان کے کردار اچانک مرتے ہیں اور موت کے حوالے سے ایک الگ تاثر رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ تاریخی واقعہ اپنے اندر موت کی خاموشی رکھتا ہے۔

> دربار میں مسعود سعد سلیمان اپنا کلام پیش کر رہے تھے کہ بادشاہ نے انھیں قیمتی خلعت سے نوازا۔ قاصد کی گم شدگی کی اطلاع دربار تک پہلے ہی پہنچ چکی تھی ایک لمحے کے لیے زندگی کی رونق دیکھ کر نامہ بر نے سوچا کہ اگر میں آج پہاڑوں، صحراؤں میں گم ہو بھی جاتا یا چرند پرند کی شکم سیری کا سامان بن جاتا تو بھی یہاں کوئی فرق نہ پڑتا آخر یہاں کسی بھی چیز سے کیا فرق پڑتا ہے باپ بیٹے کا دشمن، بیٹا باپ کا دشمن۔ (۶)

تاریخی بیانیے والے متون اپنے اندر بہت سے خاموش تاریخی واقعات کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔ مثلاً جب رابعہ کا بھائی حارث لاہور پر چڑھائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس تاریخی واقعہ کو ناول میں شامل کرتے ہوئے بلوچستان

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-02

ماخذ تحقیقی مجلہ

کے غیور اور جی دار مردوں کے نظام زندگی کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر والئی لاہور کے نام ایک تاریخی خط کا متن بہت سے تاریخی حقائق واضح کرتا ہے۔ خط کا متن درج ذیل ہے۔

> ہم صدیوں سے ان سنگلاخ پہاڑوں میں اپنے نظام کے تحت جی رہے ہیں ہم نے کبھی خطے پر چڑھائی نہیں کی۔ لیکن ہمیں مختلف وقتوں میں بیرونی حملہ آوروں نے ذق پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ اپنے قبائلی نظام کے معاہدوں کے مطابق پر امن زندگی بسر کر رہے ہیں ہمیں گورنر امیر کعب کے بیٹے حارث نے زبردستی فوج میں شامل ہونے کا کہا ہے مجھ ناچیز کی معلومات کے مطابق وہ حضور سے جنگ کی تیاری کر رہا ہے تاکہ وہ اس سلطنت کا اکیلا وارث اور خود مختار ہو اگر وہ اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب ہو گیا تو رعایا اور ارد گرد کے قبائل کی زندگی موت سے بدتر ہو جائے گی۔(۷)

ناول نگار کا تاریخی بیانیہ نثری قوت سے بھرپور ہے شاعرانہ اسلوب یا رنگین عبارت کو انھوں نے پسند نہیں کیا علم بیان سے اپنی نثر کو مزین کرنے کی کوشش نہیں کی۔ راست تاریخی بیانیہ ان کے یہاں ملتا ہے انھوں نے ایسے تمام حربوں سے گریز کیا ہے جس سے نثر نظم کا سا تاثر پیش کرے وہ اگر منظر نگاری کرتی بھی ہیں تو یوں جیسے یہ بے ساختہ اس تاریخی متن کے لیے ضروری ہو اس لیے کہ ان کے ناول میں مابعد جدید فکری رویہ سامنے آتا ہے کہانی کے تین مختلف حصے ان میں پلٹاؤ اور ان کی جڑت ناول نگار کی ناول پر گرفت کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی پس منظری کہانی پر ان کا اپنا بیانیہ بہت واضح اور کھل کر سامنے آتا ہے جس پر مقامیت کا رنگ غالب ہے۔ ان کے یہاں بلوچستان کی تہذیب و ثقافت نمایاں ہے۔ محدود مائل بامرکز دائرے کے بجائے یہاں وسیع تناظر میں تہذیب اور ثقافت موجود ہے۔ ان کے یہاں اکثر اوقات ایک اشاراتی کیفیت بھی جنم لیتی ہے جو کسی ایک نکتے کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ناول نگار کے ذہن میں اس تہذیب کی ایک ایک بات اپنی جزئیات سمیت موجود ہے وہ اس طرح کا تذکرہ بلوچی لوگوں کے جذبات و احساسات اور ان کی تہذیب و ثقافت کو بیان کرتے ہوئے کرتی ہیں وہ لکھتی ہیں کہ:

> بارش کا پہلا قطرہ زمین پر پڑتے ہی مٹی کی سوندھی خوشبو نے اس چٹیل پہاڑی کی چوٹی پر زندگی کے آثار نمودار کر دیے تھے سبزے کو ترستے جانور بھی شکر گزاری کے ساتھ آسمان کو تکنے لگے لکڑیوں کے گٹھے گھسیٹ کر کھجور کے تنوں اور پتوں سے بنے چھپر تلے گھسیٹ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-02

ماخذ تحقیقی مجلہ

لیے گئے تھے۔شاہ بانو نے ڈاچی کے تازہ دودھ میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر مٹی کا پیالہ اللہ وسائی کو تھما دیا۔(۸)

"می سوزم" میں تاریخی بیانیہ کی تکنیک استعمال کرتے ہوئے مصنفہ نے رابعہ خضداری کے حالات و واقعات اور اس کی موت کا تذکرہ کیا ہے جو اس ناول میں ایک سوز کی فضا قائم کرتا ہے۔ چونکہ یہ ایک سوانحی و تاریخی ناول ہے اس لیے یہ رابعہ کی زندگی کے تمام تر واقعات کو فکشنی انداز میں احاطہ کرتا ہے۔یہ ناول تاریخی طور پر ایک ایسے معاشرے کا عکاس ہے جہاں عورت نہ صرف مرد سے کم تر سمجھی جاتی ہے بلکہ اظہار محبت پر اسے کاروکاری بھی کیا جا سکتا ہے۔ رابعہ اظہار محبت پر شہزادی ہونے کے باوجود قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہی ہے سماج گھٹن زدہ ہے متعفن ماحول بغاوت کا پیش خیمہ بھی بنتا ہے اور نئے آنے والوں کے لیے مزاحمت کا استعاہ بھی۔اس سماج میں انصاف ناپید ہو چکا ہے می سوزم میں عورت کی مجبوری ولاچاری کو مجسم کیا گیا ہے۔اور ناول کو اپنے تمام تر فنی لوازم کے ساتھ تاریخ کے سانچے میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ لنڈا ہیچن (Hutcheon Linda)، *A Poetics of Postmodernism History, Theory, Fiction*،(نیویارک:۱۹۸۸ء)، ص۱۹۔

۲۔ ایضاً۔

۳۔ حمیرا اشفاق، می سوزم، ۲۰۲۱ء، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ص۱۱۔

۴۔ ایضاً، ص۶۴۔

۵۔ ایضاً، ص۱۷۶۔

۶۔ ایضاً، ص۱۳۰۔

۷۔ ایضاً، ص۱۳۷۔

۸۔ ایضاً، ص۱۰۵۔